عظمیٰ حسن
استاد شعبہ اُردو،
جامعہ کراچی

جدید اردو شاعری کے عناصر خمسہ

ABSTRACT

The Five Basic Elements of Modern Urdu Poetry.
By Dr. Uzma Hasan, Assistant Professor, Department of Urdu, University of Karachi.

Urdu Poetry has envisaged the political social and economic scenario of the modern day world. As time passed by, Urdu literary canon had transformed a bit because of the demands of contemporary era. Modernized life style has catered to the needs and demands of the people and modern Urdu Poetry had also facilitated each and every dimension of the modern man. In this article, the researcher has carefully traced the creation of the new literary canon of modern Urdu Poetry. The researcher suggests that the five elements of modern Urdu Poetry ar: Nasir Kazmi, Aziz Hamid Madni, Habib Jalib, Munir Niazi and Ibn-e-Insha.

جدید شعرائے اردو نے اپنے کلام کے ذریعے نہ صرف حالات اور واقعات کی عکاسی کی بلکہ جدید اردو شاعری کو اعلیٰ انسانی اقدار کا ترجمان بھی بنایا ''بڑا ادب نہایت پیچیدہ حقیقتوں کے تصادم کے دور میں پیدا ہوا ہے، اچھا ادیب وہ ہے جو اپنی ذات کو بلند انسانی اقدار سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے وسیلہ اظہار پر پوری طرح قابو حاصل کرتا ہے کیوں کہ جب تک اظہار ابلاغ نہیں بنتا ادب وجود میں نہیں آتا (۱)۔

اچھا ادب عصری صداقتوں سے عبارت ہوتا ہے اور اعلیٰ ادب محض فرد کی ذات کا آئینہ دار نہیں ہوتا بلکہ ذات کی توسیع کرتا ہے۔ اچھا ادیب وہ ہے جو بچے کی مسکراہٹ میں مسرت کا راز پالے اور لطیف احساسات سے زندگی کے حسن تک پہنچ سکے (۲)۔

عزیز حامد مدنی جدید اردو شاعری میں لکھتے ہیں کہ:

''میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ معیاری کام میں جو آگاہی ہوتی ہے وہ از خود اپنے عصر، اپنی تہذیب و تاریخ اور اپنی زبان کی سکت سے پیدا ہوتی ہے (۳)۔''

ساقی فاروقی کے مطابق ہر نیا لکھنے والا تھوڑی دور تک اپنے عہد کی بڑی آوازوں اور پچھلوں کے نقش قدم پر چلتا ہے اور اگر اس میں جان ہے تو رفتہ رفتہ راہ الگ کر لیتا ہے ورنہ دوسری صورت میں دھیرے دھیرے ادب خود اسے اپنی

راہ سے الگ کر دیتا ہے(۴)۔‘‘ایک اچھے اور بڑے شاعر کا کمال یہی ہوتا ہے کہ سماجی صورت حال اور زمان و مکان کی کیفیت کو نہ صرف محسوس کرتا ہے بلکہ ان کیفیات سے وہ زندگی کے لیے اثبات کی راہیں بھی تلاش کرتا ہے(۵)۔‘‘

جدید اردو شعراء نے اردو کی شعری روایت کے ساتھ ساتھ مغربی شعریات کے مطالعے اور تحریکات کے زیرِ اثر ایک کا امتزاج پیدا کیا۔ اور اپنے عہد اور معاشرے کو جدید تہذیبی شعور کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کی۔ جن کے شعور نے نہ صرف روح عصر کو محسوس کیا بلکہ تہذیبی روایات کے تسلسل اور ارتقا کا سبب بھی بنے۔

ناصرؔ کاظمی:

ناصر کا شعور نہایت پختہ ہے۔ اسے اپنا ماضی اس لیے عزیز ہے کہ اس میں تہذیب کی جھلک نظر آتی ہے جس سے اس کا ماضی عبارت ہے...... وہ فسادات کا ذکر کرتا ہے تو محض واقعہ نگاری نہیں کرتا......صرف ماضی میں گم ہو جانا ناصرؔ کا مقدر نہیں اس نے اچھے دنوں کے خواب بھی دیکھے ہیں لیکن یہ خواب لایعنی یا انتقامی نوعیت کے نہیں، بلکہ نہایت مثبت اور امید افزا ہیں، جو حوصلے، امید اور صبر کا اشارہ کرتے ہیں(۶)۔

ناصر کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اس کے کلام میں ہماری تاریخ کی صدیاں بولتی ہیں اور ہماری تہذیبی اقدار اس کے اشعار میں مجسم بن کر سامنے آتی ہیں(۷)۔ ناصر کے مطابق شاعری صرف مصرعے لکھنے کا نام نہیں۔ شاعری تو ایک نقطۂ نظر ہے، زندگی کو دیکھنے کا، چیزوں کو دیکھنے کا، ان کو ایک خاص موزوں طریقے سے بیان کرنے کا(۸)۔

ناصرؔ زندگی کے شاعر ہیں۔ زندگی کے متنوع پہلوؤں کو ناصرؔ نے اپنا موضوع بنایا ہے۔ اپنے ماحول، گرد و پیش کے حالات، انسانی رویے، سماجی صورت حال کوئی بھی رخ ایسا نہیں جو ناصرؔ سے چھپا رہ گیا ہو۔ ناصرؔ نے اپنے کلام میں تلخ حقائق کو نہایت سچائی اور صاف گوئی سے بیان کر دیا اور اگر یہی صورت رہی تو جو نتائج برآمد ہوں گے وہ بھی بیان کر دیے۔

چند گھرانوں نے مِل جُل کر
کتنے گھروں کا حق چھینا ہے

....

باہر کی مٹی کے بدلے
گھر کا سونا بیچ دیا ہے
سب کا بوجھ اُٹھانے والے
تو اس دنیا میں تنہا ہے (۹)

جنھیں زندگی کا شعور تھا انھیں بے زری نے بجھا دیا
جو گراں تھے سینۂ خاک پر وہی بن کے بیٹھے ہیں معتبر (۱۰)

بدل سکو تو بدل دو یہ باغباں ورنہ
یہ باغ سایۂ سرو سمن کو ترسے گا
ہوائے ظلم یہی ہے تو دیکھنا اک دن
زمین پانی کو، سورج کرن کو ترسے گا (۱۱)

تہذیبی شعور کی پامالی اور احساس زیاں ناصرؔ کے کلام میں بہت نمایاں ہے۔

پرانی صحبتیں یاد آرہی ہیں
چراغوں کا دھواں دیکھا نہ جائے (۱۲)

ناصرؔ کاظمی اس کیفیت کے باوجود حوصلہ نہیں ہارتے بلکہ درست سمت کا تعین بھی کرتے ہیں اور پھر منزل کا پتہ بھی بتاتے ہیں۔

چڑھتے سورج کی ادا کو پہچان
ڈوبتے دن کی ندا غور سے سن
کیوں ٹھہر جاتے ہیں دریا سرِ شام
روح کے تار ہلا، غور سے سن

....

اسی منزل میں ہیں سب ہجر و وصال
رہرو آبلہ پا، غور سے سن
کبھی فرصت ہو تو اے صبح جمال
شب گزیدوں کی دعا غور سے سن
ہر قدم راہ طلب میں ناصرؔ
جرسِ دل کی صدا غور سے سن (۱۳)

ان امکانات کی پیش گوئی کے ساتھ ساتھ ناصرؔ اپنے عہد کے شاعروں پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کو بھی رہنمائی کا شعور، تہذیبی اقدار کی روشنی دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں آج کا شاعر آزدہ روی اور مصلحت پسندی کی آمیزش سے اپنے ماحول کے ساتھ تعلق بنانا چاہتا ہے۔ بے ساختگی اور فنی مہارت کی یکجائی سے تخلیقی آواز، یں جو ٹھہراو، گرفت اور قوت پیدا ہوتی ہے وہ تخلیق کار کو پر اعتماد بناتی ہے۔ تخلیقی عمل میں محض نالہ آفرینی کے ذریعے قاری کے دل میں جگہ بنا لینا ہی کامیابی نہیں بلکہ کامیابی یہ ہے کہ یہ نالہ ہر دل کی آواز بن سکتا ہے یا نہیں (۱۴)۔

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ:

’’ناصؔر کاظمی کے یہاں ماضی و حال کی دھوپ چھاؤں قدم قدم پر ملتی ہے وہ چشم وا اور دیدۂ بینا رکھتے ہیں۔ ناصؔر کا مطالعۂ کائنات کافی وسیع ہے اس لیے وہ ہر شے پر گہری نظر ڈالنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔‘‘ (۱۵) مقامی رنگ اور آہنگ کو بھی ناصر نے اپنی شاعری میں برتا ہے اور مقامی تہذیب کے ظاہری عناصر سے بھی اردو شاعری کو مالامال کرتے ہوئے تہذیبی عکاسی کے ساتھ تہذیبی شعور کو نکھارا ہے۔

آئیں ساون کی اندھیری راتیں
کہیں تارا کہیں جگنو نکلا (۱۶)

....

اُڑ رہے ہیں شہر میں پتنگ رنگ رنگ
جگمگا اُٹھا گگن بسنت آگئی
سبز کھیتوں پہ نکھار آگیا
لے کے زرد پیرہن بسنت آگئی (۱۷)

....

سہمے سہمے سے بیٹھے ہیں راگی اور فنکار
بھور بھئے اب ان گلیوں میں کون سنائے جوگ (۱۸)
نہر کیوں سو گئی چلتے چلتے
کوئی پتھر ہی گرا کر دیکھو (۱۹)
ہوا چلی تو پنکھ پنکھیرو بستی چھوڑ گئے
سونی رہ گئی کنگنی، خالی ہوگئے منڈپ (۲۰)

ابن انشاء:

جدید شعراء میں ابنِ انشاء کا ایک خاص مقام ہے۔ جن شاعروں نے سماجی مسائل کو تو چھیڑا مگر داخلی رنگ برقرار رکھا ان میں سرِ فہرست ابن انشاء کا نام ہے۔ ابن انشاء کی داخلیت محدود اور تنگ نہیں وہ عصری مسائل کا شعور رکھتے ہیں......ابن انشاء کی ناقے والوں سے یاری ہے، الف لیلوی فضا سے لگاؤ ہے......اس کے باوجود کھوئے ہوئے آدمی نہیں......انھوں نے رومانی انداز کو عام کرنے اور ایک نئی لغات شعری کو رواج دینے میں سب سے زیادہ

کام کیا۔(۲۱) بقول ڈاکٹر محمد حسن: ابن انشاء کا اصل روپ، بغداد کی ایک رات کے مصنف کا ہے جو اپنی داخلیت اور تیکھے انداز بیان کے دامن میں تاریخ اور عصرِ حاضر کی طنابیں کھینچ کران کے سر پر شعری حقیقت کا تاج رکھ دیتا ہے۔وہ پلک جھپکائے اور تیوری پر بل ڈالے بغیر عہد نو کے مسائل اپنی ذات میں سمو لینے کی قدرت رکھتا ہے۔ابن انشاء غالباً نئے شاعروں میں اکیلا شاعر ہے جو اپنی داخلیت کو وسعت دے کر اس میں ذات و کائنات کو سمونے کا عمل کامیابی سے انجام دے سکا ہے، جس کے انداز بیان کی لطافت اور شعریت فکر سے ٹکرا کر پاش پاش نہیں ہوتی (۲۲)۔

آج مزدور ہوں اک تیل کے مل کا مزدور
اور اس جہد شب و روز سے پایا کیا ہے
خود تہی دست ہوں خواجہ کے خزانے بھرپور
اب میں یہ پوچھنے آیا ہوں یہ دنیا کیا ہے

....

اور یہ خواجہ کہیں افرنگی، کہیں امریکی
جس کی صدرنگ سیاست کا طلسم سیمیں
تسمہ پا بن کے ہے مشرق کی فضاؤں پہ سوار
کب تک اس سحر کا معمول رہے گی یہ زمیں
حرفِ ڈالر کی کرامت ہے کچھ ایسی بلوان
حرف سَم سَم کا فسوں گرد ہوا جاتا ہے
کچے دھاگے میں بندھی آتی ہے سرکاریں سبھی
تیل دھرتی کی ہر اک نس سے کھنچا آتا ہے

....

تم کو آدم کے مقدر کے جگانے کے لیے
بابل و نینوا کے ساحر نہ بلانے ہوں گے
مصر و بغداد کی بگڑی کے بنانے کے لیے
مصر و بغداد کے جمہور جگانے ہوں گے

(بغداد کی ایک رات)(۲۳)

''بغداد کی ایک رات'' ابن انشاء کے تہذیبی شعور کو نہایت واضح انداز میں پیش کرتی ہے۔ اور ان کی نگاہِ بصیرت کی عکاس ہے۔ ان کا تہذیبی شعور ''میر، نظیر، کبیر'' سے ملتا ہے اور ان ہی کے زیرِ اثر ابنِ انشاء کا لب ولہجہ بنتا ہے۔

ابن انشاء کے مشاہدے، فکری بصیرت، عالمی صورت حال اور مختلف ممالک کی سیاحت نے انھیں وہ زاویہ نگاہ دیا جس کی بدولت انھیں عصری مسائل کا بھی وہ شعور ہے جس کی بنا پر انھیں کسی مسئلے پر اظہار خیال میں کوئی دقت پیش نہیں آتی، ہاں یہ ضرور ہے کہ خارجی عوامل کے بیان میں بھی وہ اپنی مخصوص داخلیت کا رنگ بہر صورت برقرار رکھتے ہیں، گرد و پیش سے بے نیاز فنکاروں کے ہاں مشاہدے اور احساس کی یہ شدت نہیں ہوتی (۲۴)۔

ابن انشاء چاند نگر کے دیباچہ میں خود کہتے ہیں:

''......آج کے زمانے میں ذہنی یا جسمی بن باس ممکن بھی نہیں۔ کسی پہاڑ کی کوئی گپھا ایسی نہیں جس تک زہریلی گیس یا تابناک راکھ نہ پہنچ سکتی ہو۔ کوئی برندا بن پتو بن ایسا نہیں جس کے بطن میں فوجی طائروں کا اڈا نہ ہو۔ ہمیں زندہ حقیقتوں سے پیچھا چھڑانے کے بجائے ان سے عہدہ برآ ہونا ہے (۲۵)۔''

''اس بستی کے اک کوچے میں'' کے دیباچے میں ابن انشاء کہتے ہیں:

''ایک طرف اسبابِ دنیا کی فراوانی ہے۔ غلے کے گودام بھرے ہیں۔ دودھ کی نہریں بہہ رہی ہیں، دوسری طرف حبشہ اور چڈ ایٹیریا کی جھلستی ہوئی ویرانی میں انسان اناج کے ایک دانے کے لیے جانوروں کا سوکھا گوبر کرید رہا ہے، اور ہزاروں لاکھوں لوگ تپتے تانبے کے آسمان تلے ایڑیاں رگڑتے دم توڑ رہے ہیں (۲۶)۔''

ان الم ناک حقیقتوں نے، اس زمین پہ بسنے والوں کے جنگی جنون اور ظلم وتشدد نے ابن انشاء سے ''امن کا آخری دن'' جیسی نظم لکھوائی جس کے بارے میں ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کہتے ہیں:

''امن کا آخری دن ایک نئی تکنیک کا کامیاب اظہار ہے جس میں کرشن چند کا ''قاعدہ'' بھی ہے اور مشہور فرانسیسی افسانہ ''آخری سبق'' کا تاثر بھی، اس نظم میں ابن انشاء کی روح کا سارا چھپا ہوا طنز ہزاروں آئینے اپنے ہاتھ میں لے کر کاغذ کے دریچوں سے جھانکنے لگا ہے۔ شہر آشوب کا دور گزر گیا۔ آج تو ہم دنیا بھر کے شہری ہیں لہٰذا اس نظم کو بیسویں صدی کا عالم آشوب کہہ لیں (۲۷)۔''

ابن انشاء نے عالمی افق پر شاعری کی ہے۔ لیکن اپنی تہذیبی پس منظر سے منسلک رہتے ہوئے جو نظمیں لکھیں ہیں وہ احساس اور ادراک کا بہترین اظہار ہیں۔ ''جھلستی سی ایک بستی میں''، ''مغرب کی اذان'' اور ''دیوارِ گریہ'' ابن

انشاء کی وطنی، ملی اور تہذیبی شعور کی نہایت روشن مثالیں ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

ایک دیوارِ گریہ بناؤ کہیں
یا وہ دیوار گریہ ہی لاؤ کہیں
اب جو اُس پار بیت المقدس میں ہے
تا کہ اس سے لپٹ، اردن و مصر کے شام کے،
ان شہیدوں کو ایک بار روئیں
ان کے زخموں کو اشکوں سے دھوئیں
وہ جو سینائی کے دشت میں بے اماں،
وحشی دشمن کی توپوں کا ایندھن بنے!،

....

یا اخی! یا اخی
رو چکا، اور کاہے کو روتا ہے تو
تیرے رب کا ہے فرمان۔ لاتقنطو!
کس کی تاریخ ہے بے غم و ابتلا،
کربلا بھی ترے دین کا مرحلہ

منیر نیازیؔ:

منیر نیازی کی شاعری اپنے عہد کے مزاج، احساس، فرد کے شعور کی وہ آواز ہے جس کے لفظوں میں تشبیہات اور استعاراتی سطح پر معنی کے بہت سے جہاں آباد ہیں۔ اور اس خارجی دنیا کے اصل روپ کے کھو جانے کا المیہ منیرؔ کے کلام میں واضح نظر آتا ہے۔ (۲۸)

یہی واقعات ہیں کچھ یہاں
بڑے مختصر، بڑے دیر پا
کہ اثر سے جن کے بھری رہی
یہ بغیر معنی کی زندگی

(منیرؔ نیازی)(۲۹)

منیرؔ کے نزدیک شاعری پورے عہد کے طرزِ احساس اور رویوں کا عطر ہے۔ منیرؔ اپنے عہد کے رویوں اور نظریات کی بے معنی تفصیل کا بھی قائل نہیں، وہ چند سطور اور چند تصویروں میں اپنے عہد کے انسانوں اور اس کے رویوں کی اصل بنیاد کی طرف اشارہ کر دیتا ہے(۳۰)۔

منیرؔ نیازی اقدار کی پامالی، معاشرے کی بے سمتی، انسانیت کی گمشدگی اور فرد کی تنہائی کے دکھ کو نہایت شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں:

ایک مکاں کے دس دروازے
کھلے پڑے ہیں سارے
اندر باہر کوئی نہیں
کوئی چاہے لاکھ پکارے

(’شب ماہ‘)(۳۱)

منیرؔ نیازی سفاک معاشرے میں پیدا ہونے والے کرب اور اذیت ناک نفسیاتی تنہائی کی عکاسی کرتے ہیں:

چاروں سمت اندھیرا گھپ ہے اور گھٹا گھنگھور
وہ کہتی ہے۔ کون......
میں کہتا ہوں۔ میں
کھولو یہ بھاری دروازہ
مجھ کو اندر آنے دو
اس کے بعد ایک لمبی چپ اور تیز ہوا کا شور

(صدا بصحرا)(۳۲)

البتہ اس ’’تیز ہوا کے شور، اور گھپ اندھیرے میں بھی ان کے تہذیبی شعور کی نگاہ روشن ہے۔

مری نظر سے جو گم ہو گیا وہ ظاہر ہو
صراط شہرِ صفا، الجھنوں سے پیدا ہو
فروغِ اسم محمدؐ ہو بستیوں میں منیرؔ
قدیم یاد نئے مسکنوں سے پیدا ہو

منیرؔ نیازی کی شاعری بظاہر بہت سلیس، بہت سیدھی سادی ہے مگر بین السطور گمبھیر ہے جیسے ’’انا الحق‘‘ کا نعرہ

بظاہر بہت سیدھا تھا مگر اس کے عقب میں انسان کی روحانی اور وجدانی واردات کی کائناتیں آباد تھیں (۳۴)۔

عزیز حامد مدنی:

جدید شعراء میں مدنی کا نام بھی نہایت اہم ہے۔عزیز حامد مدنی کے بارے میں ڈاکٹر جاوید منظر لکھتے ہیں:

> ''مدنی با کمال، رمز آشنا اور عہد شناس فن کار تھے۔ان کا علم نہایت وسیع تھا۔مشرق و مغرب کے ادب پر محرمانہ دسترس ادب کے عالمی تناظر سے پوری طرح شناسا اور ہمہ وقت یک گونہ بے خودی اور سرشاری میں ڈوبے رہتے تھے......اپنے عہد اور برصغیر کے علم و ادب کے بہترین ترجمان تھے۔ مدنی نے عہد حاضر کی پیچیدگی، سفاکی اور شقاوت کو پوری طرح محسوس کیا۔ان کی شاعری میں اس عالمی رویے کے بارے میں بلیغ اور پرکار اشارے ملتے ہیں۔ان کی شاعری بیسویں صدی کے ایک نابغۂ روزگار شاعر کی ذہنی اور روحانی کرب کا اظہار ہے ان کے یہاں ماضی کی روایت، حال کی حکایت اور مستقبل کی بشارت نظر آتی ہے۔ان کی اردو غزل کی شعری علامتوں میں نیا پن اور نئی معنویت ملتی ہے(۳۵)۔''

عزیز حامد مدنی کی نظمیں اپنے معانی کو ہیئت کی پابند فضا میں شگفتہ کرتی ہیں۔انھوں نے روح عصر کو صنعتی شہر کی میکانکیات سے اخذ کیا (۳۶)۔بقول انجم اعظمی:

> ''مدنی کی نظموں میں کلاسکی انداز بیان نے وہ رچاؤ پیدا کیا جس کے سبب اس کی نظموں میں جدید علامتوں کا حسن نکھر گیا(۳۷)۔''

مدنی کا فکری کینوس نہایت وسیع ہے۔عہد جدید کے تقاضے مسائل، آگہی اور ادراک کے مراحل تاریخ کا سفر مدنی کے شعور ہی کا حصہ نہیں بلکہ اس کو انھوں نے اردو شاعری کا شعور بھی بنا دیا۔مدنی کے خیال میں:

> ''نئے آدمی کی دنیا بیم و رجا کے ایک نظام شمسی سے دست و گریباں ہے۔ایک طرف آگہی اور اس کی صد شیوہ جراتیں ہیں انسانی عقل کہاں تک آزاد ہے اور کتنی پابند ہے، کہاں تک صالح، کہاں تک بے راہ رو۔اس کی کسوٹی تاریخ نے ہمیشہ کچھ اخلاقی تہذیبی اقدار کو رکھا ہے۔سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس عظیم دور میں آدمی جس پیکار میں مبتلا نظر آتا ہے وہی شعر و ادب کا بھی موضوع سخن ہے......انسان کے خمیر کو، اس کی فکر کو، سیاسی، سماجی، تہذیبی، روحانی ہم آہنگی کے بغیر نجات حاصل نہیں ہوسکتی۔یہ زندگی کا وہ ثباتی رخ ہے جو شاعر کے کلام میں ضرور ہوتا ہے۔اس لیے شہر کے رسم و آئین

میں اگر وہ کچھ خرابیاں دیکھے گا تو اس پر کچھ نہ کچھ کہنے کا حق اسے ضرور حاصل ہو جائے گا۔ شاعر کی فکر کا سواد بھی وہی ہے جو زندگی کی ہنگامہ پرور فضا کا ہے۔ اس قدر وسیع سواد میں روح کی بیچارگی، فرد کی لاچاری، عجز ذات کی تریا کی ذہنیت کا کوئی سوال ہی نہیں اُٹھتا۔۔ ہر لمحہ اس پیکار میں گزر رہا ہے کہ کس طرح آدمی کو نئی منزل کا سکون دیا جائے اس کی روحانی اور مادی عافیت کا سامان بہم کیا جائے مگر اس کے یہ معنی ہر گز نہیں کہ ذہن انسانی، آدمی کی ذات، اس کا ادراک، اس کی روح گرداب حال میں رقص کر کے رہ جائے (۳۸)۔''

مدنی کا کلام ان کے فکری نظریے کا بھی عکاس ہے اور تہذیبی حوالے سے ان کے شعور کا بھی گواہ ہے۔

اے خبر گیر ناقۂ لیلیٰ
تیز چل راستہ بدل کے ذرا

....

کروٹیں لے رہے ہیں لیل و نہار
رُخ صحرا پہ آندھیاں ہیں ہزار

....

ساربان، غم گسار، محرم راز
سخت کافر ہوا کے ہیں انداز
روئے لیلیٰ پہ گرد آنے لگی
راہ کے موڑ پر سنبھل کے ذرا

.... (تاکید)(۳۹)

آشنایان عالم فطرت
بے سپر کھیتوں کا کچھ تو خیال
یہ ہوا تیز تر نہ چل جائے
آدمی ہی تو ایک پودا ہے
حاصل کشت ہی نہ جل جائے

.... (حفظِ کشت)(۴۰)

ڈھونڈھتی ہے حیلۂ پیدائی روحوں کی برات
اک تماشائی کے غم میں ہے رخ بالائے بام
خودنمائی سے نمو اندر نمو ہے کائنات
اے دم آفاق و بل آتشیں و روح خاک
زندگی محو تغیر ہے تو کیا خط اجل
جان جنبش تو ابد تو گھوم اے لمحوں کے چاک

........................(’اے گھومتے لمحوں کے چاک‘)(۴۱)

حبیب جالب:

اردو شاعری میں تہذیبی شعور کا واضح اور بے باک اظہار کرنے والے عوامی شاعر حبیب جالب نے سچائی اور حق گوئی کو نہ صرف اپنا شعار بنایا بلکہ اقدار اور تہذیبی سفر میں منزلوں کی نشاندہی بھی کر دی۔

دینا پڑے کچھ ہی ہرجانہ سچ ہی لکھتے جانا
مت گھبرانا مت ڈر جانا سچ ہی لکھتے جانا
پل دو پل کی خاطر کیا دبنا کیا جھکنا
آخر سب کو ہے مرجانا سچ ہی لکھتے جانا
لوحِ جہاں پر نام تمھارا لکھا رہے گا یوں ہی
جالبؔ سچ کا دم بھرجانا سچ ہی لکھتے جانا

(سچ کا دم بھر جانا)(۴۲)

میں بھی خائف نہیں تختہ دار سے
میں بھی منصور ہوں کہہ دو اغیار سے
کیوں ڈراتے ہو زنداں کی دیوار سے
ظلم کی بات کو، جہل کی رات کو
میں نہیں مانتا، میں نہیں جانتا

(دستور)(۴۳)

میرے ہاتھ میں قلم ہے، میرے ذہن میں اُجالا
مجھے کیا دبا سکے گا، کوئی ظلمتوں کا پالا

مجھے فکر امن عالم، تجھے اپنی ذات کا غم
میں طلوع ہو رہا ہوں، تو غروب ہونے والا

(حبیب جالب)(۴۴)

حبیب جالب کا انداز اور لب و لہجہ ان کے روشن تہذیبی شعور کا اظہار کرتا ہے۔ ان کے بارے میں علی سردار جعفری لکھتے ہیں:

> ’’حبیب جالبؔ کی ہر سانس تلوار کی دھار ہے پاکستانی شاعری کی دو نمایاں آوازوں میں ایک فیض کی ہے اور ایک حبیب جالبؔ کی۔ وہی دھار جو اس کے شعروں میں ہے اس کے ترنم میں محسوس کی جا سکتی ہے۔ یہ بڑا شاداب ترنم ہے اشعار کا یہ ترنم حرف حرف نغمے کے اندر ڈھلتا چلا جاتا ہے۔ حبیب جالبؔ کی شاعرانہ آواز ہمارے انقلابی عہد کے اجتماعی ضمیر کی آواز ہے جو مختلف لہجوں، مختلف زبانوں اور مختلف ملکوں میں ایک ساتھ بلند ہوئی۔ یہ بیسویں صدی کی آواز ہے(۴۵)۔‘‘

حواشی:

(۱) خورشید الاسلام، الشجاع، سالنامہ، (کراچی، ٹائمز پریس، ۱۹۶۸ء)، ص ۸۵۔

(۲) وشوا ناتھ ترپاٹھی، محولہ بالا۔

(۳) عزیز حامد مدنی، جدید اردو شاعری، (کراچی: انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۱۹۹۰ء)، ص ۵۸۔

(۴) ساقی فاروقی، نظم کا سفر۔فیض، میرا جیؔ اور راشد، مشمولہ: تخلیقی ادب، ۶، (کراچی: ادبی مطبوعات، ۱۹۸۵ء)، ص ۲۰۴۔

(۵) افتخار بیگ، احساس بیگانگی اور مغائرت، مجید امجد کی نظم کے تناظر میں، مشمولہ: تخلیقی ادب، ۶، (کراچی: ادبی مطبوعات، ۱۹۸۵ء)، ص ۱۴۸۔

(۶) ساجد امجد، ڈاکٹر، اردو شاعری پر برصغیر کے تہذیبی اثرات، (کراچی: غضنفر اکیڈمی، ۱۹۸۹ء)، ص ۳۶۴۔۳۶۵۔

(۷) ناصر سلطان کاظمی، ناصرؔ کاظمی: شخصیت اور فن۔پاکستانی ادب کے معمار، (اسلام آباد: اکادمی ادبیات، پاکستان، ۲۰۰۷ء)، ص ۵۹۔

(۸) ایضاً، ص ۶۸،

(۹) ناصرؔ کاظمی، دیوان، (لاہور: ایس رضا پبلشر، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۲۳،

(۱۰) ایضاً، ص ۸۶،

(۱۱) ایضاً، ص ۱۳۷،

(۱۲) ناصر کاظمی، برگِ نے، (ایس رضا پبلشر، ۱۹۹۳ء)، ص ۵۷۔
(۱۳) ایضاً، ص ۱۰۸۔۱۱۱،
(۱۴) ایضاً، ص ۱۴۔۱۵،
(۱۵) ڈاکٹر سلام سندیلوی، اُردو غزل، مشمولہ: پاکستان میں اردو ۱۹۴۷ء تا ۱۹۶۴ء، (پشاور: یونیورسٹی بک ایجنسی، ۱۹۶۵ء)، ص ۲۵۸۔
(۱۶) ناصر کاظمی، برگِ نے، محولہ بالا، ص ۷۲۔
(۱۷) ناصر کاظمی، دیوان، محولہ بالا، ص ۱۱۹۔
(۱۸) ناصر کاظمی، برگِ نے، محولہ بالا، ص ۵۹۔
(۱۹) ایضاً، ص ۱۵۸۔
(۲۰) ناصر کاظمی، دیوان، محولہ بالا، ص ۱۰۶۔
(۲۱) ڈاکٹر محمد حسن، جدید اردو ادب (۱۹۴۷ء کے بعد کے اردو ادب کا تنقیدی تجزیہ)، (کراچی: غضنفر اکیڈمی، پاکستان، ۱۹۸۴ء ؟)، ص ۱۲۲۔
(۲۲) ڈاکٹر ریاض احمد ریاض، ابن انشاء احوال و آثار، (کراچی: انجمن ترقی اُردو، پاکستان، ۹۸۸ء)، ص ۵۳۰۔
(۲۳) ابن انشاء، چاند نگر، (لاہور: لاہور اکیڈمی، ۱۹۹۰ء)، ص ۱۳۰۔۱۳۹۔
(۲۴) ڈاکٹر ریاض احمد ریاض، محولا بالا، ص ۵۴۷۔
(۲۵) ابنِ انشاء، چاند نگر، محولہ بالا، ص ۱۰۔
(۲۶) ابن انشا، اس بستی کے اک کوچے میں (لاہور: لاہور اکیڈمی، ۱۹۷۶ء)، ص ۹۔
(۲۷) ڈاکٹر ریاض احمد ریاض، محولا بالا، ص ۵۴۳۔
(۲۸) ایضاً، ص ۵۷۴۔۵۸۰۔
(۲۹) منیر نیازی، سفید دن کی ہوا اور سیاہ شب کا سمندر، (لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۲ء)، ص ۷۹۔
(۳۰) سہیل احمد خان، کھلے منظروں کی دنیا، مشمولہ: ادبیات بیادِ منیر نیازی، شمارہ ۸۴۔۸۳ (اسلام آباد: اکادمی ادبیات، ۲۰۰۹)، ص ۲۲۔
(۳۱) ڈاکٹر ناہید قاسمی، جدید اردو شاعری میں فطرت نگاری، (کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۲۰۰۲ء)، ص ۵۳۹۔
(۳۲) ایضاً، ص ۵۴۱۔
(۳۳) ایضاً، ص ۵۴۲۔
(۳۴) احمد ندیم قاسمی، منیر کی منور شاعری، مشمولہ ادبیات بیادِ منیر نیازی (اسلام آباد: اکادمی ادبیات، ۲۰۰۹ء)، ص ۱۴۔
(۳۵) ڈاکٹر جاوید منظر، کراچی کے دبستانِ شاعری میں اردو غزل کا ارتقاء، (کراچی: مکتبہ عالمین، ۲۰۱۱ء)، ص ۲۹۱۔
(۳۶) ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی مختصر تاریخ، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء)، ص ۵۱۹۔
(۳۷) انجم اعظمی، اردو نظم کے پچیس سال، مشمولہ: افکار، جوبلی نمبر، (کراچی: مکتبہ افکار، ۱۹۷۰ء)، ص ۱۱۹۔

(۳۸) عزیز حامد مدنی، دشت امکان (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، س ن)، ص ۱۶۔۱۸۔

(۳۹) ایضاً، ص ۷۰۔

(۴۰) ایضاً، ص ۶۸۔۶۹۔

(۴۱) ایضاً، ص ۱۲۷۔۱۲۸۔

(۴۲) ایف۔ڈی۔فاروقی، جالبؔ سچ کا دم بھر جانا، مشمولہ: بیسویں صدی کا عوامی شاعر، مرتب: ظہور احمد خاں/ رانا عبدالرحمٰن، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۳ء)، ص ۱۲۱۔

(۴۳) ریاض دانشور، انتخاب جالب، مشمولہ: بیسویں صدی کا عوامی شاعر، محولہ بالا، ص ۱۶۹۔

(۴۴) ایف۔ڈی۔فاروقی، جالبؔ سچ کا دم بھر جانا، محولہ بالا، ص ۱۱۸۔

(۴۵) ایضاً، ص ۱۱۷۔

مآخذ:

۱- ابن انشاؔء، چاند نگر، لاہور: لاہور اکیڈمی، ۱۹۹۰ء۔

۲- .... ، اس بستی کے اک کوچے میں، لاہور: لاہور اکیڈمی، ۱۹۷۶ء۔

۳- امجد، ساجد، ڈاکٹر، اردو شاعری پر برصغیر کے تہذیبی اثرات، کراچی: غضنفر اکیڈمی پاکستان، ۱۹۸۹ء

۴- اعظمی، انجم، اردو نظم کے پچیس سال، مشمولہ: کراچی: افکار، جوبلی نمبر، ۱۹۷۰ء۔

۵- بیگ، افتخار، احساس بیگانگی اور مغائرت، مجید امجد کی نظم کے تناظر میں، مشمولہ: کراچی: تخلیقی ادب، ۶، ۱۹۸۵ء

۶- حسن، محمد، ڈاکٹر، جدید اردو ادب (۱۹۴۷ء کے بعد کے اردو ادب کا تنقیدی تجزیہ)، کراچی: غضنفر اکیڈمی، پاکستان، ۱۹۸۴ء۔

۷- خان، سہیل احمد، کھلے منظروں کی دنیا، مشمولہ ادبیات اسلام آباد، بیادِ منیرؔ نیازی، شمارہ ۸۴۔۸۳، ۲۰۰۹ء

۸- خورشید الاسلام، الشجاع، سالنامہ، ۱۹۶۸ء

۹- دانشور، ریاض، انتخابِ جالبؔ، مشمولہ بیسویں صدی کا عوامی شاعر، مرتب: ظہور احمد خاں/ رانا عبدالرحمٰن، لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۳ء

۱۰- ریاض، احمد ریاض، ڈاکٹر، ابن انشاؔء احوال و آثار، کراچی: انجمن ترقی اُردو، پاکستان، ۹۸۸ء

۱۱- سدید، انور، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء

۱۲- سلطان، ناصر، کاظمی، ناصرؔ کاظمی: شخصیت اور فن۔ پاکستانی ادب کے معمار، اسلام آباد: اکادمی ادبیات، پاکستان، ۲۰۰۷ء

۱۳- سندیلوی، سلام، ڈاکٹر، اُردو غزل، مشمولہ: پاکستان میں اردو ۱۹۴۷ء تا ۱۹۶۴ء، پشاور، یونیورسٹی بک ایجنسی، ۱۹۶۵ء

۱۴- فاروقی، ایف۔ڈی، جالبؔ سچ کا دم بھر جانا، مشمولہ: بیسویں صدی کا عوامی شاعر، مرتب: ظہور احمد خاں/ رانا عبدالرحمٰن، لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۳ء۔

۱۵- فاروقی، ساقی، نظم کا سفر۔ فیض، میرا جیؔ اور راشد، مشمولہ: کراچی: تخلیقی ادب، ۶، ۱۹۸۵ء۔

۱۶- کاظمی، ناصرؔ، برگِ نے، ایس رضا پبلشر، ۱۹۹۳ء۔

۱۷- ــــــــ، دیوان، ایس رضا پبلشر، ۱۹۹۵ء۔

۱۸- قاسمیؔ، احمد ندیم، منیرؔ کی منور شاعری، مشمولہ: ادبیات، بیادِ منیرؔ نیازی، اسلام آباد: اکادمی ادبیات، ۲۰۰۹ء۔

۱۹- قاسمی، ناہید، ڈاکٹر، جدید اردو شاعری میں فطرت نگاری، کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۲۰۰۲ء۔

۲۰- نیازی، منیر، سفید دن کی ہوا اور سیاہ شب کا سمندر، لاہور، گورا پبلشرز، ۱۹۹۲ء۔

۲۱- مدنی، عزیز حامد، جدید اردو شاعری، انجمن ترقی اردو، پاکستان ۱۹۹۰ء۔

۲۲- ــــــــ، دشت امکان، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، س ن۔

۲۳- منظر، جاوید، ڈاکٹر، کراچی کے دبستان شاعری میں اردو غزل کا ارتقاء، کراچی: مکتبہ عالمین، ۲۰۱۱ء۔